

بین الاقوامی تنازعات کے معاشی اثرات مقاصد شریعہ کی روشنی میں

Ghulam Hussain

Mphil scholar Superior University

Gmail. Jes151852@gmail.com

Dr Neelam Bano

neelam.bano@superio.edu.pk

Abstract

This study examines the economic repercussions of international conflicts through the normative and ethical framework of Maqāsid al-Sharī'ah, with particular emphasis on the preservation of wealth (ḥifẓ al-māl) and the preservation of human life (ḥifẓ al-nafs). In the contemporary globalized world, international conflicts ranging from military confrontations to economic sanctions and geopolitical rivalries have evolved into complex phenomena that significantly disrupt global financial systems, trade flows, and resource allocation. These disruptions not only weaken economic stability but also exacerbate poverty, inequality, and human insecurity across nations.

By employing an analytical and interdisciplinary approach, this article argues that the adverse economic consequences of such conflicts fundamentally contradict the higher objectives of Sharī'ah, which seek to ensure socio-economic justice, equitable distribution of wealth, and the protection of human dignity. The study further explores how economic destabilization resulting from conflicts indirectly leads to severe humanitarian crises, including displacement, food insecurity, and loss of life, thereby undermining both ḥifẓ al-māl and ḥifẓ al-nafs. The paper also highlights the potential of Maqāsid-based policy frameworks in addressing global economic challenges by advocating ethical governance, conflict resolution, and sustainable development. It concludes that integrating the principles of Sharī'ah into contemporary economic and political discourse can offer a balanced and value-oriented pathway toward global peace, economic resilience, and human well-being.

تمہید

بین الاقوامی تنازعات اور عالمی معاشی نظام کا باہمی تعلق

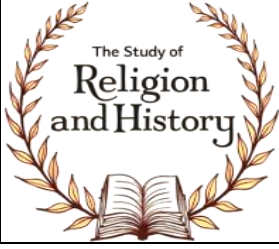
بین الاقوامی تنازعات انسانی تاریخ کا ایک مستقل اور پیچیدہ مظہر رہے ہیں، تاہم عصر حاضر میں ان کی نوعیت محض عسکری یا سیاسی کشمکش تک محدود نہیں رہی بلکہ یہ عالمی معاشی نظام کی ساخت، استحکام اور سمت پر گہرے اثرات مرتب کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں جب دنیا ایک مربوط معاشی جال (Integrated Economic System) میں منسلک ہو چکی ہے، کسی ایک خطے میں پیدا ہونے والی کشیدگی فوری طور پر عالمی منڈیوں، سرمایہ کاری کے بہاؤ، اور تجارتی توازن کو متاثر کرتی ہے۔ چنانچہ بین الاقوامی تنازعات کو صرف جغرافیائی یا سفارتی مسئلہ سمجھنا ایک سطحی تجزیہ ہوگا، بلکہ یہ درحقیقت عالمی اقتصادی ڈھانچے کے لیے ایک بنیادی چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں

1۔

عالمی معیشت کی اساس باہمی اعتماد، تجارتی انحصار، اور مالیاتی استحکام پر قائم ہوتی ہے، جبکہ تنازعات اس اعتماد کو متزلزل کر دیتے ہیں۔ جب ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف معاشی پابندیاں عائد کرتی ہیں، تجارتی راستے مسدود ہوتے ہیں، یا توانائی کے ذرائع سیاسی ہتھیار کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں، تو اس کے اثرات صرف متعلقہ ممالک تک محدود نہیں رہتے بلکہ پوری دنیا کی معیشت اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں مہنگائی، بے روزگاری، اور مالیاتی بحران جنم لیتے ہیں، جو بالخصوص ترقی پذیر ممالک کے لیے تباہ کن ثابت ہوتے ہیں جو زف ای۔²

1۔ ابن خلدون، المقدمہ، بیروت: دار الفکر، 2004ء، ص 311

2۔ اسٹیگلیٹز، عالمی معیشت اور اس کے مسائل، نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2010ء، ص 157



مزید بر آں، بین الاقوامی تنازعات عالمی معاشی اداروں اور پالیسی سازی کے عمل کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ عالمی مالیاتی فنڈ، ورلڈ بینک، اور دیگر اقتصادی ادارے جب تنازعات کے زیر اثر فیصلے کرتے ہیں تو ان کی غیر جانبداری پر سوالات اٹھتے ہیں، جس سے عالمی اقتصادی نظم و نسق (Global Economic Governance) میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔ یہ صورت حال نہ صرف معاشی ترقی کی رفتار کو سست کرتی ہے بلکہ عالمی سطح پر عدم مساوات کو بھی بڑھاتی ہے، جو انسانی فلاح کے بنیادی اصولوں کے منافی ہے۔³

اس طرح یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تنازعات اور عالمی معاشی نظام کے درمیان تعلق نہایت گہرا اور ہمہ جہت ہے، جہاں ایک طرف تنازعات معیشت کو متاثر کرتے ہیں تو دوسری طرف معاشی مفادات خود بھی تنازعات کو جنم دینے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی باہمی تعامل اس موضوع کو نہایت اہم اور تحقیق کے لائق بناتا ہے، خصوصاً جب اسے مقاصد شریعت جیسے اخلاقی و اصولی فریم ورک میں پرکھا جائے، جو انسانی فلاح اور معاشی توازن کو بنیادی حیثیت دیتا ہے۔

بین الاقوامی تنازعات کی نوعیت، اسباب اور جدید تناظر

بین الاقوامی تنازعات اپنی نوعیت کے اعتبار سے متنوع اور کثیر الجہتی ہوتے ہیں، جن کی بنیاد سیاسی، معاشی، نظریاتی اور جغرافیائی عوامل پر استوار ہوتی ہے۔ روایتی طور پر ریاستوں کے مابین تنازعات کا مرکز علاقائی خود مختاری، سرحدی حدود اور طاقت کے توازن کا قیام رہا ہے، تاہم جدید دور میں ان تنازعات کی جہتیں مزید پیچیدہ ہو چکی ہیں، جہاں معاشی مفادات، توانائی کے ذخائر، اور عالمی منڈیوں پر کنٹرول جیسے عوامل بنیادی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ اس طرح تنازعات کی نوعیت محض عسکری محاذ آرائی سے نکل کر ایک ہمہ گیر اسٹریٹجک کنٹیکسٹ میں تبدیل ہو چکی ہے۔⁴

ان تنازعات کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو سب سے نمایاں عنصر طاقت کا حصول اور اس کا تحفظ ہے، جسے بین الاقوامی تعلقات کے نظریہ حقیقت پسندی (Realism) میں بنیادی محرک قرار دیا گیا ہے۔ ریاستیں اپنی بقا اور بالادستی کے لیے مختلف حکمت عملیوں کو اختیار کرتی ہیں، جن میں عسکری اتحاد، اقتصادی پابندیاں، اور سفارتی دباؤ شامل ہیں۔ اس تناظر میں معاشی وسائل خصوصاً تیل، گیس، اور معدنی ذخائر تنازعات کو بھڑکانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں، کیونکہ ان پر کنٹرول عالمی طاقت کے توازن کو متعین کرتا ہے۔ نتیجتاً، تنازعات کا ایک بڑا محرک معاشی مفادات کا تصادم بن چکا ہے⁵

عصر حاضر میں بین الاقوامی تنازعات کا ایک اہم پہلو "غیر روایتی جنگ (Non-Traditional Warfare)" بھی ہے، جس میں سائبر حملے، تجارتی جنگیں، اور معلوماتی جنگ (Information Warfare) شامل ہیں۔ یہ نئے انداز کے تنازعات براہ راست عسکری تصادم کے بغیر بھی ریاستوں کی معیشت کو مفلوج کر سکتے ہیں، جیسا کہ اقتصادی پابندیوں کے ذریعے کسی ملک کی کرنسی، برآمدات، اور مالیاتی نظام کو شدید نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں عوامی سطح پر مہنگائی، بے روزگاری اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے، جو بالآخر داخلی عدم استحکام کو جنم دیتا ہے۔⁶

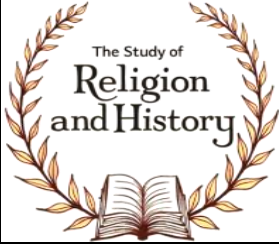
مزید بر آں، جدید عالمی نظام میں بین الاقوامی اداروں اور عالمی قوانین کی موجودگی کے باوجود تنازعات کا تسلسل اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ محض قانونی یا سفارتی ڈھانچے ان مسائل کے حل کے لیے کافی نہیں ہیں۔ جب طاقتور ریاستیں اپنے مفادات کے حصول کے لیے بین الاقوامی اصولوں کو نظر انداز کرتی ہیں تو ایک غیر متوازن عالمی نظام تشکیل پاتا ہے، جس میں کمزور ریاستیں زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ یہی عدم توازن عالمی معیشت میں بھی جھلکتا ہے، جہاں ترقی پذیر ممالک تنازعات کے معاشی اثرات کا زیادہ بوجھ برداشت کرتے ہیں، اور یہ صورت حال عالمی سطح پر عدم مساوات کو مزید گہرا کر دیتی ہے۔ اس طرح بین الاقوامی تنازعات کی نوعیت، اسباب اور جدید تناظر کا

3- پال کروگمین، بین الاقوامی معاشیات، بو سٹن: پیرسن، 2015ء، ص 203

4- ہنس جے مورگنٹھو، سیاست بین الاقوامی طاقت اور امن کی جدوجہد، نیویارک: الفریڈ اے نوف، 2006ء، ص 45

5- ایڈم اسمتھ، دولت اقوام، لندن: پینتھون، 2007ء، ص 389

6- جوزف ایس نائے، سافٹ پاور: عالمی سیاست میں کامیابی کے ذرائع، نیویارک: پبلک افیئرز، 2004ء، ص 112



تجزیہ یہ واضح کرتا ہے کہ یہ محض سیاسی یا عسکری مسئلہ نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت بحران ہے، جس کے اثرات عالمی معیشت، انسانی سلامتی، اور سماجی استحکام تک پھیلے ہوئے ہیں۔ یہی پیچیدگی اس امر کی تقاضی ہے کہ ان تنازعات کو کسی جامع اخلاقی اور اصولی فریم ورک—جیسے مقاصد شریعت—کی روشنی میں سمجھا اور حل کیا جائے۔

عالمی معیشت پر تنازعات کے فوری (Short-Term) اثرات

بین الاقوامی تنازعات کے اثرات سب سے پہلے اور سب سے نمایاں طور پر عالمی معیشت کے فوری ڈھانچے پر ظاہر ہوتے ہیں، جہاں غیر یقینی صورتحال (uncertainty) معاشی سرگرمیوں کو اچانک سست یا معطل کر دیتی ہے۔ جیسے ہی کسی خطے میں کشیدگی بڑھتی ہے یا جنگی فضا قائم ہوتی ہے، سرمایہ کار اپنا سرمایہ محفوظ مقامات کی طرف منتقل کرنا شروع کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں متاثرہ ممالک میں سرمایہ کاری کا بہاؤ رک جاتا ہے۔ اس اچانک انخلا سے اسٹاک مارکیٹس میں شدید اتار چڑھاؤ پیدا ہوتا ہے اور مالیاتی منڈیاں عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہیں، جو عالمی سطح پر معاشی اعتماد کو متزلزل کر دیتا ہے۔⁷

اسی طرح فوری اثرات میں سب سے حساس پہلو توانائی کی منڈیوں کا عدم توازن ہے۔ اگر تنازعہ کسی ایسے خطے میں ہو جہاں تیل یا گیس کی پیداوار یا ترسیل کا بڑا حصہ موجود ہو، تو عالمی سطح پر قیمتیں فوراً بڑھ جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف صنعتی لاگت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ عام صارفین کے لیے بھی مہنگائی کا ایک نیا طوفان جنم لیتا ہے۔ یوں توانائی کی قیمتوں میں یہ غیر معمولی اضافہ پوری عالمی معیشت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اور ترقی پذیر ممالک کے لیے یہ صورتحال مزید سنگین ہو جاتی ہے، کیونکہ ان کی معیشتیں پہلے ہی کمزور بنیادوں پر کھڑی ہوتی ہیں۔⁸

مزید برآں، بین الاقوامی تنازعات فوری طور پر عالمی تجارتی نظام کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ تجارتی راستوں کی بندش، بندرگاہوں کی غیر فعالیت، اور اقتصادی پابندیوں کے نفاذ سے برآمدات اور درآمدات کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں ایشیائے ضروریہ کی قلت پیدا ہوتی ہے، سپلائی چین متاثر ہوتی ہے، اور قیمتوں میں بے قابو اضافہ دیکھنے میں آتا ہے۔ خاص طور پر خوراک اور ادویات جیسے بنیادی شعبے اس عدم استحکام سے شدید متاثر ہوتے ہیں، جو انسانی سطح پر بھی فوری بحران کو جنم دیتا ہے۔⁹ ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ تنازعات کے فوری اثرات مالیاتی پالیسیوں پر بھی دباؤ ڈالتے ہیں۔ حکومتیں ہنگامی بنیادوں پر دفاعی اخراجات میں اضافہ کرتی ہیں، جبکہ سماجی و فلاحی شعبے پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے بجٹ خسارہ بڑھتا ہے اور کرنسی کی قدر میں کمی واقع ہوتی ہے، جو مزید معاشی مشکلات کو جنم دیتی ہے۔ یوں ایک محدود جغرافیائی تنازعہ بھی چند ہی دنوں میں ایک وسیع معاشی بحران کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس کے اثرات عالمی سطح پر محسوس کیے جاتے ہیں۔

اس تمام تجزیے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بین الاقوامی تنازعات کے فوری اثرات نہایت تیز، گہرے اور ہمہ گیر ہوتے ہیں، جو نہ صرف معاشی ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں بلکہ انسانی زندگی کے بنیادی تقاضوں کو بھی خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ یہی وہ پہلو ہے جو آگے چل کر مقاصد شریعت کے اصولوں—خصوصاً حفظ المال اور حفظ النفس—سے براہ راست ٹکراتا ہوا دکھائی دیتا ہے، اور اس امر کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتا ہے کہ ان اثرات کا جائزہ محض معاشی نہیں بلکہ اخلاقی و اصولی تناظر میں بھی لیا جائے۔

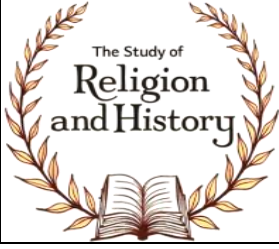
طویل المدتی (Long-Term) معاشی اثرات اور ان کے مضمرات

بین الاقوامی تنازعات کے اثرات اگرچہ فوری سطح پر بھی نہایت شدید ہوتے ہیں، تاہم ان کے طویل المدتی نتائج کہیں زیادہ گہرے، پیچیدہ اور دیرپا ہوتے ہیں، جو نہ صرف قومی معیشتوں بلکہ عالمی اقتصادی نظام کی ساخت کو بھی بدل دیتے ہیں۔ جب کوئی تنازعہ طویل عرصے تک جاری رہتا ہے تو اس کے اثرات محض وقتی

7- بین برنانکے، جرأت عمل: بحران اور اس کے بعد، نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2015ء، ص 198

8- ڈینیئل برگن، تیل کی تاریخ اور عالمی سیاست، لندن: پیگلوئن بکس، 2011ء، ص 421

9- پال کروگمین، بین الاقوامی معاشیات، بوستون: بیرسن، 2015ء، ص 276



بحران تک محدود نہیں رہتے بلکہ معیشت کی بنیادی اکائیوں—جیسے پیداوار، سرمایہ کاری، اور انسانی وسائل کو مستقل نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس طرح ایک عارضی کشیدگی رفتہ رفتہ ایک ساختی (structural) بحران میں تبدیل ہو جاتی ہے، جس کے اثرات نسلوں تک منتقل ہوتے ہیں۔¹⁰

طویل المدتی اثرات میں سب سے نمایاں پہلو معاشی ترقی کی رفتار کا سست ہو جانا ہے۔ تنازعات سے متاثرہ ممالک میں صنعتی پیداوار متاثر ہوتی ہے، بنیادی ڈھانچہ تباہ ہوتا ہے، اور تعلیمی و تربیتی نظام کمزور پڑ جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف موجودہ معیشت متاثر ہوتی ہے بلکہ مستقبل کی ترقی کے امکانات بھی محدود ہو جاتے ہیں۔ انسانی سرمائے (Human Capital) کی تباہی—جیسے ہنرمند افراد کی ہجرت یا اموات—ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی برسوں میں بھی ممکن نہیں ہوتی، اور یہی چیز معیشت کو طویل عرصے تک پسماندگی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔¹¹

مزید برآں، طویل المدتی تنازعات عالمی سطح پر معاشی عدم مساوات کو بھی بڑھاتے ہیں۔ طاقتور ممالک اپنی پوزیشن کو مستحکم کرنے کے لیے نئی اقتصادی حکمت عملیاں اختیار کرتے ہیں، جبکہ کمزور ریاستیں قرضوں، مہنگائی اور مالیاتی دباؤ کے بوجھ تلے دبتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں عالمی معیشت میں ایک ایسا عدم توازن پیدا ہوتا ہے جہاں دولت چند ہاتھوں میں سمٹی جاتی ہے اور غریب ممالک مزید پسماندگی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ عدم مساوات نہ صرف معاشی مسئلہ ہے بلکہ سماجی اور سیاسی عدم استحکام کو بھی جنم دیتی ہے، جو مزید تنازعات کا باعث بن سکتی ہے۔

ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ طویل المدتی تنازعات عالمی اعتماد (global trust) کو متاثر کرتے ہیں، جو کسی بھی مضبوط معاشی نظام کی بنیاد ہوتا ہے۔ جب ریاستیں ایک دوسرے پر اعتماد کھودیتی ہیں تو تجارتی معاہدے کمزور پڑ جاتے ہیں، سرمایہ کاری کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں، اور عالمی تعاون کی فضا متاثر ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالمی معیشت میں استحکام کے بجائے غیر یقینی صورتحال کا غلبہ ہو جاتا ہے، جو ترقی کے عمل کو مسلسل سست کرتا رہتا ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت نمایاں ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تنازعات کے طویل المدتی اثرات نہ صرف معاشی ڈھانچے کو کمزور کرتے ہیں بلکہ انسانی ترقی، سماجی استحکام، اور عالمی انصاف کے اصولوں کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مقاصد شریعت کا تصور—خصوصاً حفظ المال—ایک مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے، جو نہ صرف دولت کے تحفظ بلکہ اس کی منصفانہ تقسیم اور پائیدار معاشی استحکام کو بھی یقینی بنانے کا تقاضا کرتا ہے۔

مقاصد شریعت کا نظریاتی پس منظر اور اس کی عصری اہمیت

مقاصد شریعت اسلامی فکر کا وہ جامع اور اصولی تصور ہے جو شریعت اسلامیہ کے احکام و ہدایات کے پس منظر میں کار فرما حکمتوں اور غایات کو واضح کرتا ہے۔ یہ محض فقہی جزئیات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ایسا فکری نظام ہے جو انسانی زندگی کے بنیادی مصالح (interests) کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے تشکیل دیا گیا ہے۔ کلاسیکی علماء نے مقاصد شریعت کو پانچ بنیادی اصولوں—حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، اور حفظ مال—میں منضبط کیا ہے، جو انسانی فلاح کے جامع دائرے کا احاطہ کرتے ہیں۔ یہ اصول اس بات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ شریعت کا ہر حکم درحقیقت کسی نہ کسی انسانی مصلحت کے تحفظ کے لیے وضع کیا گیا ہے۔¹²

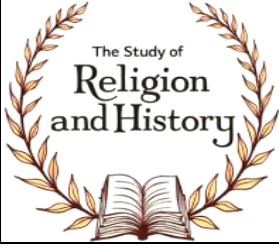
نظریاتی اعتبار سے مقاصد شریعت کی بنیاد اس تصور پر قائم ہے کہ شریعت ایک جامد قانونی نظام نہیں بلکہ ایک زندہ اور متحرک ضابطہ حیات ہے، جو زمان و مکان کے تغیرات کے ساتھ انسانی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہ میں اجتہاد، قیاس، اور مصالح مرسلہ جیسے اصولوں کو اہمیت دی گئی، تاکہ بدلتے ہوئے حالات میں شریعت کے مقاصد کو برقرار رکھا جاسکے۔ اس تناظر میں مقاصد شریعت ایک ایسا معیار فراہم کرتے ہیں جس کی روشنی میں نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی اور بین الاقوامی مسائل کا بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔¹³

10. جوزف ای۔ اسٹیگلیٹز، عدم مساوات کی قیمت، نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2012ء، ص 67

11. گیری بیکر، ہیومن کپیسٹل، شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس، 1993ء، ص 145

12. ابوالسحاق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء، ج 2، ص 10

13. محمد الطاہر ابن عاشور، مقاصد الشریعہ الاسلامیہ، تیونس: دارالسلام، 2001ء، ص 136



عصر حاضر میں جب دنیا پیچیدہ سیاسی، معاشی اور سماجی مسائل سے دوچار ہے، مقاصد شریعت کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے۔ خصوصاً بین الاقوامی تنازعات اور ان کے معاشی اثرات کے تناظر میں یہ تصور ایک اخلاقی اور اصولی فریم ورک فراہم کرتا ہے، جو محض مادی مفادات کے بجائے انسانی فلاح، عدل، اور توازن کو مقدم رکھتا ہے۔ موجودہ عالمی نظام میں جہاں طاقت اور مفاد کی سیاست غالب ہے، وہاں مقاصد شریعت ایک متوازن نقطہ نظر پیش کرتے ہیں، جو نہ صرف معاشی استحکام بلکہ انسانی وقار کے تحفظ کو بھی یقینی بناتا ہے۔ اس طرح یہ تصور جدید دنیا کے لیے ایک قابل عمل رہنمائی فراہم کرتا ہے، جو پائیدار امن اور انصاف کے قیام میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔¹⁴

یوں مقاصد شریعت کا نظریاتی پس منظر ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا اصل ہدف محض احکام کی بجا آوری نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو میں توازن، عدل اور فلاح کا قیام ہے۔ یہی اصول جب بین الاقوامی معاشی مسائل پر منطبق کیے جاتے ہیں تو ایک ایسا جامع زاویہ نگاہ سامنے آتا ہے جو موجودہ عالمی بحرانوں کے حل کے لیے نہایت مؤثر اور با معنی ثابت ہو سکتا ہے۔

حفظ المال: اسلامی اقتصادی تصور اور اس کے تقاضے

حفظ المال مقاصد شریعت کا ایک بنیادی ستون ہے، جو نہ صرف فرد کی ملکیت کے تحفظ بلکہ اجتماعی معاشی استحکام اور عدل اقتصادی کے قیام کا بھی ضامن ہے۔ اسلامی تعلیمات میں مال کو محض ذاتی منفعت کا ذریعہ نہیں بلکہ ایک امانت تصور کیا گیا ہے، جس کے استعمال، تقسیم اور گردش کے لیے واضح اصول متعین کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایک طرف ملکیت کے حق کو تسلیم کیا تو دوسری طرف اس پر اخلاقی و قانونی پابندیاں بھی عائد کیں، تاکہ دولت کا ارتکاز چند ہاتھوں میں نہ ہو اور معاشرے کے تمام طبقات مستفید ہو سکیں۔ اس طرح حفظ المال کا تصور ایک متوازن معاشی نظام کی تشکیل کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔¹⁵

اسلامی اقتصادی فکر میں حفظ المال کا تقاضا یہ ہے کہ دولت کو ضائع ہونے، ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے، یا غیر منصفانہ طریقے سے تقسیم ہونے سے روکا جائے۔ اسی مقصد کے لیے سود (ربا)، دھوکہ دہی، اور استحصال جیسے امور کو سختی سے ممنوع قرار دیا گیا، جبکہ زکوٰۃ، صدقات، اور وراثت جیسے نظامات کے ذریعے دولت کی منصفانہ گردش کو یقینی بنایا گیا۔ یہ تمام احکام دراصل اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ معیشت میں توازن برقرار رہے اور کسی بھی قسم کی معاشی نا انصافی جنم نہ لے۔ یوں حفظ المال صرف تحفظ ملکیت تک محدود نہیں بلکہ ایک وسیع تر اقتصادی عدل کا تقاضا کرتا ہے۔¹⁶

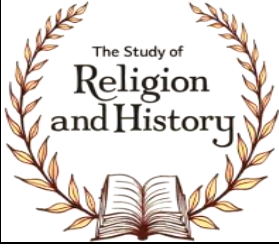
مزید برآں، حفظ المال کا ایک اہم پہلو معاشی وسائل کا درست اور مؤثر استعمال ہے۔ اسلام اسراف، تبذیر، اور وسائل کے غیر ضروری ضیاع کی حوصلہ شکنی کرتا ہے، کیونکہ یہ رویے نہ صرف فرد بلکہ پوری معیشت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح ریاست پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے معاشی حالات پیدا کرے جہاں پیداوار میں اضافہ ہو، روزگار کے مواقع میسر ہوں، اور عوام کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔ اس تناظر میں حفظ المال ایک اجتماعی ذمہ داری کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جو حکومت، اداروں اور افراد سب کو محیط ہے۔

یہی اصول جب بین الاقوامی سطح پر منطبق کیے جائیں تو واضح ہوتا ہے کہ عالمی معاشی نظام میں استحکام، شفافیت اور انصاف کو فروغ دینا دراصل حفظ المال کے تقاضوں کا حصہ ہے۔ اگر بین الاقوامی تنازعات کی وجہ سے تجارت متاثر ہو، وسائل ضائع ہوں، یا دولت کا غیر منصفانہ ارتکاز بڑھ جائے تو یہ براہ راست اس مقصد شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ معاشی پالیسیوں اور عالمی تعلقات میں ایسے اصول اپنائے جائیں جو دولت کے تحفظ، اس کی منصفانہ تقسیم، اور پائیدار ترقی کو یقینی بنائیں۔

14 - وہبہ الزحیلی، اصول الفقہ الاسلامی، دمشق: دار الفکر، 2006ء، ج 2، ص 1045

15 - ابو اسحاق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء، ج 2، ص 17

16 - امام ابو یوسف، کتاب الخراج، قاہرہ: دار المعرفہ، 1979ء، ص 54



یوں حفظ المال کا اسلامی تصور ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ معیشت محض اعداد و شمار کا کھیل نہیں بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری ہے، جس کا مقصد انسانی فلاح اور معاشرتی توازن کا قیام ہے۔

بین الاقوامی تنازعات اور حفظ المال کی خلاف ورزیاں

بین الاقوامی تنازعات جب معاشی نظام میں مداخلت کرتے ہیں تو ان کے اثرات محض وقتی نقصان تک محدود نہیں رہتے بلکہ وہ حفظ المال کے بنیادی اصولوں کو براہ راست متاثر کرتے ہیں۔ حفظ المال کا تقاضا یہ ہے کہ دولت محفوظ رہے، اس کی گردش منصفانہ ہو، اور معاشی نظام میں ایسا عدم توازن پیدا نہ ہو جو کسی طبقے یا خطے کو مستقل نقصان میں مبتلا کر دے۔ لیکن بین الاقوامی کشیدگی اس توازن کو بری طرح متاثر کرتی ہے، جس کے نتیجے میں وسائل کا ضیاع، سرمایہ کاری کا انخلاء، اور تجارتی راستوں کی بندش جیسے مسائل جنم لیتے ہیں، جو شریعت کے اس بنیادی مقصد سے انحراف کی واضح شکل ہیں۔¹⁷

جب کسی خطے میں جنگ یا اقتصادی پابندیاں نافذ ہوتی ہیں تو وہاں کی معیشت فوری طور پر غیر مستحکم ہو جاتی ہے۔ کاروباری سرگرمیاں رک جاتی ہیں، صنعتی پیداوار متاثر ہوتی ہے، اور مالیاتی نظام دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس صورتحال میں نہ صرف مقامی سطح پر غربت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی مہنگائی اور سپلائی چین کے بحران پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح دولت کا وہ بہاؤ جو عام حالات میں معاشی ترقی کا ذریعہ بنتا ہے، تنازعے کی وجہ سے رک جاتا ہے اور معاشی وسائل ضائع ہونے لگتے ہیں، جو براہ راست حفظ المال کی خلاف ورزی ہے۔ جوزف ای۔¹⁸

مزید برآں، بین الاقوامی تنازعات میں اکثر معاشی پابندیاں (Economic Sanctions) ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں، جو بظاہر سیاسی دباؤ ڈالنے کے لیے ہوتی ہیں لیکن عملی طور پر ان کا سب سے بڑا نقصان عام شہریوں اور کمزور طبقات کو پہنچتا ہے۔ ادویات، خوراک، اور بنیادی ضروریات کی قلت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے معاشی استحکام کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی بھی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ اس صورتحال میں دولت کا استعمال نہ تو مؤثر رہتا ہے اور نہ ہی منصفانہ، بلکہ وہ محض ایک دباؤ اور نقصان کا ذریعہ بن جاتی ہے، جو اسلامی اقتصادی اصولوں کے سراسر منافی ہے۔

اسی طرح جنگی حالات میں ریاستیں اپنے وسائل کا بڑا حصہ دفاعی اخراجات پر صرف کرتی ہیں، جس کے نتیجے میں تعلیم، صحت، اور فلاحی شعبے نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ یہ غیر متوازن تقسیم نہ صرف موجودہ معیشت کو کمزور کرتی ہے بلکہ مستقبل کی ترقی کے امکانات کو بھی محدود کر دیتی ہے۔ یوں وسائل کا وہ حصہ جو عوامی فلاح کے لیے استعمال ہونا چاہیے تھا، تباہی اور تنازعے کی نذر ہو جاتا ہے، جو حفظ المال کے اصولی تصور سے انحراف کی ایک اور واضح مثال ہے۔

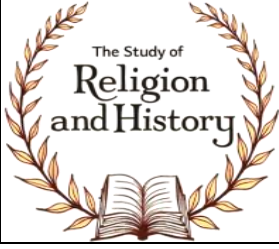
اس تجزیے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بین الاقوامی تنازعات محض سیاسی یا عسکری مسئلہ نہیں بلکہ ایک گہرا معاشی اور اخلاقی بحران ہیں، جو دولت کے تحفظ اور اس کی منصفانہ تقسیم کے اسلامی اصولوں کو براہ راست متاثر کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ عالمی سطح پر ایسے نظامات کو فروغ دیا جائے جو تنازعات کے بجائے تعاون، شفافیت اور انصاف پر مبنی ہوں، تاکہ حفظ المال کا مقصد حقیقی معنوں میں حاصل کیا جاسکے۔

حفظ النفس: انسانی جان کے تحفظ کا اسلامی اصول

حفظ النفس مقاصد شریعت کا وہ بنیادی اور انتہائی حساس اصول ہے جس کے ذریعے انسانی جان کی حرمت، بقا اور سلامتی کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ اسلام میں انسانی جان کو غیر معمولی تقدس حاصل ہے، حتیٰ کہ ایک انسان کا ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ یہ اصول اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ شریعت کا مرکزی ہدف محض عبادات یا معاملات کی تنظیم نہیں بلکہ انسانی زندگی کو ہر ممکن خطرے سے محفوظ رکھنا بھی ہے

17۔ ابوالسحاق الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعہ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء، ج 2، ص 19

18۔ اسٹیگلر، گلوبلائزیشن اینڈ ایٹھٹس ڈیسکوئینٹس، نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2002ء، ص 98



بین الاقوامی تنازعات کے تناظر میں حفظ النفس کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، کیونکہ جنگیں اور مسلح کشیدگیاں براہ راست انسانی جانوں کے ضیاع کا سبب بنتی ہیں۔ جدید جنگی ہتھیاروں، فضائی حملوں، اور غیر متناسب طاقت کے استعمال نے عام شہریوں کو بھی شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ نتیجتاً نہ صرف فوجی بلکہ بے گناہ شہری، خواتین اور بچے بھی ان تنازعات کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں، جو اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصول تحفظ جان کے سراسر منافی ہے۔

مزید یہ کہ بین الاقوامی تنازعات کے بالواسطہ اثرات بھی انسانی زندگی کے لیے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں۔ جب معاشی نظام متاثر ہوتا ہے تو خوراک، ادویات اور بنیادی سہولیات کی کمی پیدا ہو جاتی ہے، جس سے قحط، بیماریوں اور اموات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یوں حفظ النفس صرف جنگی قتل و غارت تک محدود نہیں رہتا بلکہ معاشی بد حالی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انسانی بحران بھی اسی دائرے میں آتے ہیں۔ اس پہلو سے دیکھا جائے تو معاشی استحکام اور انسانی تحفظ ایک دوسرے سے گہرا تعلق رکھتے ہیں۔¹⁹ اسلامی فکر میں انسانی جان کے تحفظ کو اس قدر بنیادی حیثیت دی گئی ہے کہ حتیٰ کہ جنگی حالات میں بھی غیر جنگجو افراد، عبادت گاہوں اور بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی واضح ہدایات موجود ہیں۔ یہ اصول اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ کسی بھی سیاسی یا معاشی مفاد کو انسانی جان پر ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ اسی لیے بین الاقوامی تنازعات کے دوران اگر انسانی جانوں کا تحفظ نظر انداز کیا جائے تو یہ براہ راست شریعت کے بنیادی مقصد کی خلاف ورزی تصور ہوتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ حفظ النفس صرف ایک فقہی اصول نہیں بلکہ عالمی اخلاقی معیار ہے، جو انسانی وقار اور زندگی کی حرمت کو ہر حال میں مقدم رکھتا ہے۔ بین الاقوامی تنازعات کے اثرات جب انسانی جانوں کو خطرے میں ڈالتے ہیں تو وہ نہ صرف قانونی یا سیاسی مسئلہ رہتا ہے بلکہ ایک گہرا اخلاقی بحران بھی بن جاتا ہے، جس کا حل محض طاقت نہیں بلکہ عدل، امن اور انسانی ہمدردی پر مبنی عالمی نظام میں مضمر ہے۔

تنازعات کے نتیجے میں انسانی سلامتی اور حفظ النفس کو درپیش خطرات

بین الاقوامی تنازعات جب طول پکڑتے ہیں تو ان کے اثرات محض عسکری محاذ تک محدود نہیں رہتے بلکہ انسانی سلامتی (Human Security) کے پورے ڈھانچے کو متاثر کرتے ہیں۔ جدید فکری تناظر میں انسانی سلامتی کا تصور صرف ریاستی سرحدوں کے تحفظ تک محدود نہیں بلکہ فرد کی جان، صحت، خوراک، رہائش اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ کو بھی شامل کرتا ہے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو بین الاقوامی تنازعات انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو براہ راست خطرے میں ڈال دیتے ہیں جو حفظ النفس کے بنیادی دائرے میں آتے ہیں۔²⁰

سب سے پہلا اور نمایاں خطرہ براہ راست جانی نقصان ہے، جو جنگی کارروائیوں، فضائی حملوں اور زمینی تصادم کے نتیجے میں پیش آتا ہے۔ جدید جنگوں میں غیر متناسب طاقت کے استعمال نے شہری آبادی کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، جہاں اسپتال، اسکول اور رہائشی علاقے بھی محفوظ نہیں رہتے۔ اس صورتحال میں انسانی جان کی حرمت بری طرح مجروح ہوتی ہے، جو اسلامی تعلیمات کے بنیادی اصول حفظ النفس سے کھلی متصادم حالت ہے

دوسرا اہم خطرہ صحت کے نظام کی تباہی ہے۔ تنازعات کے دوران طبی سہولیات، ادویات کی ترسیل، اور صحت عامہ کے ادارے یا توتباہ ہو جاتے ہیں یا شدید دباؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں قابل علاج بیماریاں بھی مہلک شکل اختیار کر لیتی ہیں، اور اموات کی شرح میں نمایاں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح حفظ النفس نہ صرف براہ راست تشدد بلکہ بالواسطہ صحت کے بحرانوں کی وجہ سے بھی متاثر ہوتا ہے۔²¹

19. وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دمشق: دار الفکر، 2006ء، ج7، ص523

20. یو این ڈی پی، Human Development Report 1994، نیویارک: اقوام متحدہ، 1994ء، ص22

21. ڈبلیو ایچ او، Health in Conflict Settings Report، جنیوا: عالمی ادارہ صحت، 2019ء، ص11

تیسرا بڑا خطرہ غذائی عدم تحفظ (Food Insecurity) ہے، جو تنازعات کے نتیجے میں زرعی پیداوار، سپلائی چین، اور تجارتی نظام کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ جب خوراک کی دستیابی محدود ہو جاتی ہے تو قحط، غذائی قلت اور بچوں میں شدید بیماریوں کا پھیلاؤ عام ہو جاتا ہے۔ یہ صورتحال نہ صرف انسانی زندگی کے لیے خطرناک ہے بلکہ معاشرتی توازن کو بھی تباہ کر دیتی ہے، جو بالآخر بڑے پیمانے پر انسانی بحران کو جنم دیتی ہے۔

چوتھا پہلو نقل مکانی اور مہاجرین کے بحران سے متعلق ہے۔ تنازعات کے باعث لاکھوں افراد اپنے گھروں سے بے گھر ہو جاتے ہیں اور مہاجر کیپوں میں انتہائی کمپرسی کی حالت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ صورت حال نہ صرف ان کی جسمانی سلامتی بلکہ ذہنی اور سماجی صحت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ اس طرح انسانی وقار اور زندگی دونوں شدید خطرے سے دوچار ہو جاتے ہیں۔

ان تمام عوامل کا مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بین الاقوامی تنازعات انسانی سلامتی کے ہر پہلو کو متاثر کرتے ہیں اور حفظ النفس کے اصول کو عملی طور پر معطل کر دیتے ہیں۔ اس لیے یہ بات ناگزیر ہو جاتی ہے کہ عالمی سطح پر ایسے میکانزم وضع کیے جائیں جو تنازعات کے دوران بھی انسانی جان، صحت اور بنیادی ضروریات کے تحفظ کو یقینی بنا سکیں، کیونکہ انسانی زندگی کی حفاظت ہی تمام اخلاقی اور قانونی نظاموں کی بنیاد ہے۔

مقاصد شریعت کی روشنی میں عالمی معاشی بحرانوں کا حل

مقاصد شریعت محض نظریاتی یا فقہی مباحث تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک ایسا عملی اور رہنما فریم ورک فراہم کرتے ہیں جس کی روشنی میں معاصر عالمی معاشی بحرانوں کا تجزیہ اور ان کے حل کی سمت متعین کی جاسکتی ہے۔ موجودہ دور میں بین الاقوامی تنازعات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے معاشی بحران — جیسے مہنگائی، مالیاتی عدم استحکام، سپلائی چین کی خرابی اور سرمایہ کاری کا انخلاء — اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان مسائل کو صرف تکنیکی یا سیاسی زاویے سے نہیں بلکہ اخلاقی اور اصولی بنیادوں پر بھی دیکھا جائے۔ اس مقام پر مقاصد شریعت ایک متوازن اور انسان دوست اقتصادی فکر فراہم کرتے ہیں۔²²

حفظ المال کے اصول کی روشنی میں سب سے اہم حل یہ ہے کہ عالمی معاشی نظام کو عدل، شفافیت اور منصفانہ تقسیم وسائل پر استوار کیا جائے۔ تنازعات کے دوران جب وسائل کا ارتھکاز چند طاقتور ریاستوں یا اداروں میں ہو جاتا ہے تو معاشی عدم مساوات بڑھتی ہے، جو مزید بحرانوں کو جنم دیتی ہے۔ شریعت اس امر کی تعلیم دیتی ہے کہ دولت کی گردش معاشرے کے تمام طبقات میں متوازن ہو، تاکہ کسی بھی خطے یا قوم کو مستقل معاشی دباؤ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔²³

اسی طرح حفظ النفس کے اصول کی روشنی میں عالمی معاشی پالیسیوں میں انسانی مرکزیت (Human-Centric Approach) کو اپنانا ضروری ہے۔ اقتصادی فیصلوں کا مقصد صرف شرح نمو یا منافع نہیں ہونا چاہیے بلکہ انسانی زندگی، صحت اور بنیادی ضروریات کا تحفظ بھی اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ جب معاشی پابندیاں یا جنگی حالات عام شہریوں کی زندگی کو متاثر کریں تو یہ شریعت کے اصولی مزاج کے خلاف ہے، جو انسانی جان کو ہر معاشی یا سیاسی مفاد پر مقدم رکھتی ہے۔²⁴

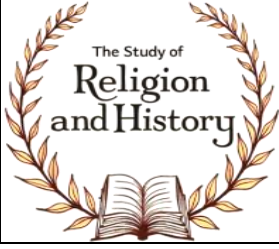
مزید برآں، مقاصد شریعت کی روشنی میں عالمی سطح پر تعاون (Cooperation) اور باہمی انحصار (Interdependence) کو فروغ دینا ایک مؤثر حل کے طور پر سامنے آتا ہے۔ اگر ممالک تنازعات کے بجائے تعاون کو ترجیح دیں تو نہ صرف معاشی بحرانوں میں کمی آسکتی ہے بلکہ عالمی سطح پر پائیدار امن بھی قائم ہو سکتا ہے۔ اسلامی فکر اس بات پر زور دیتی ہے کہ انسانی تعلقات کی بنیاد نزع نہیں بلکہ عدل، احسان اور باہمی خیر خواہی پر ہونی چاہیے۔

اسی طرح پائیدار ترقی (Sustainable Development) کا تصور بھی مقاصد شریعت سے ہم آہنگ ہے، کیونکہ یہ آنے والی نسلوں کے لیے وسائل کے تحفظ اور منصفانہ استعمال کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ تنازعات کے بجائے اگر وسائل کو ترقی، تعلیم اور فلاحی منصوبوں پر خرچ کیا جائے تو عالمی معاشی بحرانوں کی شدت کو نمایاں طور پر کم کیا جاسکتا ہے۔

22۔ ابوالسحاق الشاطبی، المواقفات فی اصول الشریعہ، بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1997ء، ج2، ص42

23۔ محمد باقر الصدر، اقتصادنا، بیروت: دارالتعارف، 1982ء، ص318

24۔ ابن عاشور، مقاصد الشریعہ الاسلامیہ، تیونس: دارالسلام، 2001ء، ص152



یوں مقاصد شریعت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عالمی معاشی بحرانوں کا حقیقی حل صرف تکنیکی اصلاحات میں نہیں بلکہ ایک اخلاقی، منصفانہ اور انسان دوست عالمی نظام کے قیام میں مضمر ہے، جو حفظ المال اور حفظ النفس دونوں اصولوں کو عملی سطح پر نافذ کرے۔

اسلامی اصولوں کی بنیاد پر پائیدار امن اور معاشی استحکام کی حکمت عملی

بین الاقوامی تنازعات کے معاشی اثرات کا مستقل حل صرف وقتی پالیسیوں یا اقتصادی اصلاحات سے ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک جامع، اصولی اور اخلاقی حکمت عملی درکار ہے جو انسانی معاشرت کو امن اور معاشی توازن کی طرف لے جائے۔ اسلامی فکر اس حوالے سے ایک ہمہ گیر ہمنامی فراہم کرتی ہے، جس کی بنیاد عدل، احسان، شفافیت اور ذمہ داری کے اصولوں پر قائم ہے۔ یہ اصول نہ صرف انفرادی سطح پر اخلاقی اصلاح کا ذریعہ ہیں بلکہ اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ایک متوازن نظام حیات کی تشکیل کرتے ہیں۔²⁵

پائیدار امن کے قیام کے لیے سب سے پہلا بنیادی اصول عدل کا نفاذ ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عدل کو تمام معاشرتی اور سیاسی نظاموں کی اساس قرار دیا گیا ہے۔ جب بین الاقوامی تعلقات میں انصاف کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو تنازعات جنم لیتے ہیں، اور یہی تنازعات معاشی عدم استحکام کا سبب بنتے ہیں۔ لہذا عالمی سطح پر ایسے نظام کی ضرورت ہے جو طاقت کے بجائے انصاف کو معیار بنائے، تاکہ کمزور اور طاقتور ریاستوں کے درمیان توازن قائم ہو سکے۔²⁶

دوسرا اہم اصول تعاون اور باہمی احترام ہے۔ اسلامی فکر میں انسانی معاشرت کو ایک جسم کی مانند قرار دیا گیا ہے، جہاں ایک حصے کی تکلیف پورے جسم کو متاثر کرتی ہے۔ اسی تصور کی بنیاد پر بین الاقوامی تعلقات میں تعاون، مکالمہ اور مفاہمت کو فروغ دینا ضروری ہے۔ اگر ریاستیں تنازعات کے بجائے مشترکہ مفادات اور انسانی فلاح کو ترجیح دیں تو نہ صرف معاشی بحرانوں میں کمی آسکتی ہے بلکہ عالمی سطح پر اعتماد کی فضا بھی بحال ہو سکتی ہے۔

تیسرا اصول وسائل کے منصفانہ استعمال اور معاشی شفافیت ہے۔ اسلامی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ وسائل کا استعمال اس انداز میں ہو کہ اس سے زیادہ سے زیادہ اجتماعی فائدہ حاصل ہو اور کسی بھی قسم کا استحصال یا ضیاع نہ ہو۔ عالمی سطح پر اگر اقتصادی پالیسیوں کو شفاف بنایا جائے اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنایا جائے تو تنازعات کے معاشی اثرات کو بڑی حد تک کم کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح پائیدار امن کے لیے ضروری ہے کہ عالمی ادارے محض سیاسی مفادات کے بجائے اخلاقی اصولوں کو بنیاد بنائیں۔ اگر بین الاقوامی مالیاتی اور سیاسی ادارے مقاصد شریعت جیسے اصولوں خصوصاً حفظ المال اور حفظ النفس کو اپنی پالیسیوں کا حصہ بنائیں تو ایک زیادہ متوازن اور انسانی فلاح پر مبنی عالمی نظام تشکیل دیا جاسکتا ہے۔

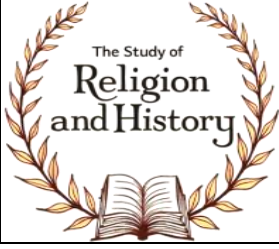
آخر میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی اصولوں کی بنیاد پر پائیدار امن اور معاشی استحکام صرف ایک نظری امکان نہیں بلکہ ایک عملی اور قابل عمل فریم ورک ہے، جو موجودہ عالمی بحرانوں کا مثبت اور دیر پا حل فراہم کر سکتا ہے۔ یہ نظام انسانیت کو محض معاشی ترقی نہیں بلکہ حقیقی فلاح، امن اور عدل کی طرف لے جاتا ہے، جو ہر تہذیب اور ہر معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے۔

خلاصہ بحث

اس تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بین الاقوامی تنازعات محض سیاسی یا عسکری مسائل نہیں بلکہ ان کے گہرے اور ہمہ گیر معاشی اثرات عالمی نظام کو غیر مستحکم کر دیتے ہیں۔ یہ تنازعات فوری طور پر مالیاتی منڈیاں، تجارتی نظام اور سرمایہ کاری کے بہاؤ کو متاثر کرتے ہیں جبکہ طویل المدتی طور پر معاشی ترقی کو سست، وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم کو بڑھا اور عالمی عدم مساوات کو گہرا کر دیتے ہیں۔

25۔ ابو اسحاق الشاطبی، المواقفات فی اصول الشریعہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء، ج2، ص30

26۔ ابن تیمیہ، السیاسہ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والراعیہ، قاہرہ: دار الحدیث، 2005ء، ص58



مقاصد شریعت کی روشنی میں یہ اثرات خصوصاً حفظ المال اور حفظ النفس کے اصولوں سے براہ راست متصادم ہیں۔ حفظ المال کے تحت معاشی استحکام، منصفانہ تقسیم اور وسائل کا موثر استعمال مطلوب ہے، جبکہ تنازعات اس توازن کو بگاڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح حفظ النفس کے تحت انسانی جان کا تحفظ بنیادی ہدف ہے، مگر جنگی اور معاشی بحرانوں کے نتیجے میں انسانی زندگی شدید خطرات سے دوچار ہو جاتی ہے۔

یوں یہ تحقیق اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ اگر عالمی معاشی و سیاسی نظام کو اسلامی اخلاقی اصولوں، بالخصوص مقاصد شریعت، کی روشنی میں منظم کیا جائے تو نہ صرف تنازعات کے معاشی اثرات کم ہو سکتے ہیں بلکہ ایک زیادہ منصفانہ، پر امن اور پائیدار عالمی نظام بھی تشکیل پاسکتا ہے۔

(Bibliography) مصادر و مراجع

- ابن عاشور، محمد الطاہر۔ مقاصد الشریعہ الاسلامیہ۔ تیونس: دار السلام، 2001ء۔
- ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم۔ السیاسہ الشرعیہ فی اصلاح الراعی والراعیہ۔ قاہرہ: دار الحدیث، 2005ء۔
- ابن خلدون، عبد الرحمن۔ المقدمہ۔ بیروت: دار الفکر، 2004ء۔
- ابو حامد الغزالی۔ المستصفی من علم الاصول۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1993ء۔
- ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم۔ کتاب الخراج۔ قاہرہ: دار المعرفہ، 1979ء۔
- اسٹیٹگیٹر، جوزف ای۔ گلوبلائزیشن اینڈ اس ڈسکو ٹینٹیشن۔ نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2002ء۔
- اسٹیٹگیٹر، جوزف ای۔ عدم مساوات کی قیمت۔ نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2012ء۔
- الشاطبی، ابواسحاق۔ الموافقات فی اصول الشریعہ۔ بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1997ء۔
- بیکر، گیری۔ جیو من کیپیٹل۔ شکاگو: یونیورسٹی آف شکاگو پریس، 1993ء۔
- برنائے، بین الہس۔ جرات عمل: بحران اور اس کے بعد۔ نیویارک: ڈبلیو ڈبلیو نارٹن، 2015ء۔
- پال کروگمین۔ بین الاقوامی معاشیات۔ بوستون: پیرسن، 2015ء۔
- پکلیٹی، تھامس۔ اکیسویں صدی میں سرمایہ۔ کیمبرج: ہارورڈ یونیورسٹی پریس، 2014ء۔
- جوزف ایس نائے۔ سافٹ پاور: عالمی سیاست میں کامیابی کے ذرائع۔ نیویارک: پبلیک افیئرز، 2004ء۔
- ڈبلیو ڈبلیو نارٹن۔ تیل کی تاریخ اور عالمی سیاست۔ لندن: پیٹنگٹون بکس، 2011ء۔
- وہبہ الزحیلی۔ الفقہ الاسلامی وادلتہ۔ دمشق: دار الفکر، 2006ء۔
- محمد باقر الصدر۔ اقتصادنا۔ بیروت: دار التعارف، 1982ء۔
- ہنس جے مورگنٹھو۔ سیاست بین الاقوامی: طاقت اور امن کی جدوجہد۔ نیویارک: الفریڈ اے نوبل، 2006ء۔
- ایڈم اسمتھ۔ دولت اقوام۔ لندن: میتھوئن، 2007ء۔
- ۱۹۹۴ Human Development Report یو این ڈی پی۔ United Nations Development Programme، نیویارک۔
- ۲۰۱۹ World Health Organization: Health in Conflict Settings Report۔ جنیوا۔ (WHO)۔ عالمی ادارہ صحت